مولانا محمد بدیع الزمان

مرجعِ قدیم وجدید

عالم رنگ وبو میں جو آیا جانے کے لئے آیا ''لدو اللموت وابنو للحزاب'' خلاق عالم نے ہر متنفس کے لئے وقت پر دنیا سے جانا مقدر فرمایا۔ طوعاً وکرھاً ہر ایک کو امر خداوندی ''کل شئی ھالک الا وجھہ'' کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ بجز ذات باری تعالیٰ کسی کے لئے بقا ودوام نہیں، اگرچہ ہر انسان کے لئے جرعۂ موت مقدر ہے، لیکن انسانوں میں کتنا فرق مراتب ہے۔ کسی انسان کی وفات پر صرف ایک قریہ کے مکین نوحہ وکناں ہوتے ہیں اور کسی کی رحلت پر پورا ملک صدمہ سے نڈھال ہوتا ہے۔ لیکن کچھ باکمال شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی جدائی سے پورا عالم یتیم ہوجاتا ہے اور جن کی مفارقت سے ہر قلب حزیں اور ہر آنکھ اشکبار ہوتی ہے اور جن کی فرقت سے دینی وعلمی مجالس بے رونق ہوجاتی ہیں اور جن کا وجود دنیا والوں کے لئے باعث نور اور ان کی رحلت موجب ظلمت ہوتی ہے، انہی مقتدر ہستیوں میں سے میرے مشفق شیخ محترم نادرۂ روزگار محدث جلیل محقق العصر، بقیۃ السلف حضرت العلامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ میں ایسے علمی وعملی کمالات اور ایسی متنوع صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ جن کی نظیر اگر معدوم نہیں تو نادر ضرور ہے۔ ایسی جامع کمالات شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

خالق کائنات نے حضرت شیخ رحمہ اللہ میں ایسے کمالات جمع فرمادیئے تھے، جن کی وجہ سے وہ عوام وخواص اور قدیم وجدید طبقہ میں یکساں محبوب ومقبول تھے۔ ان کی مجلس میں ہر تشنہ علم کے لئے سیرابی کا سامان تھا۔ ایک طرف علماء کے لئے مرجع تھے، تو دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے تسکین کا ذریعہ۔ حضرت شیخ کی مجلس میں ایسی کشش اور تاثیر تھی کہ باوجود خداداد رعب وجلال کے مجلس سے جدا ہونا قلب وروح کے لئے

موجب توحش ہوتا' مزاج میں عجیب لطافت وظرافت تھی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جس مجمع میں ہوتے بلا شک امیر مجلس ہوتے۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**۔

علم کا سمندر تھے' کیسے کیسے علمی جواہرات اور کیسے کیسے علمی اسرار سینے میں محفوظ تھے۔ سبحان اللہ۔ ایک طرف شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی پروقار اور باعظمت شخصیت اور اس کے ساتھ بحرِ علم کا تموج اور نرالا طرزِ بیان۔ بس جی یہی چاہتا تھا کہ مجلس طویل سے طویل تر ہو اور حضرت شیخ کی زبان سے جواہر پارے سنتے رہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ہر علم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا' علمِ حدیث میں تو یکتائے روزگار تھے' جب کسی حدیث پر لب کشائی فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ شیخ الکل امام العصر محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہؒ کی روح بول رہی ہے۔ حدیث کے علاوہ تفسیر وفقہ اور علم کلام ولغت واشعار میں جب گفتگو فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت کا اصل موضوع یہی ہے اور جب کبھی تصوف کا مسئلہ آتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ شیخ محترم اس فن میں محققانہ ذوق رکھتے ہیں اور تعبیر رؤیا کا باب کھلتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ امام المعبرین ابن سیرین کی جھلک سامنے آگئی ہے اور اگر طب کی بات ہوتی تو بلاشبہ صاحبِ فن کی طرح دقیق اور عمیق گفتگو فرماتے۔ الغرض شیخ رحمہ اللہ کی مثال اس پررونق گلستان کی تھی، جس میں ہر نوع کے فواکہ وثمرات اور گلہائے رنگارنگ ہوں اور جس سے ہر شخص اپنے اپنے ذوق سے استفادہ کررہا ہو۔ مجلس میں جس موضوع پر گفتگو ہوتی، حضرت شیخ اس پر محققانہ تبصرہ فرماتے۔ شیخ محترم میں کسبی علوم کے علاوہ وہبی کمالات بے شمار تھے۔ حضرت والا اسلاف میں سے جب کسی محقق وسیع العلم کا ذکر فرماتے تو بعض اوقات آخر میں فرماتے۔ ''**انہ کان فکان**''۔ آج یہی جملہ خود حضرت شیخ کے متعلق کہا جاسکتا ہے۔ ''**واللہ انہ کان فکان**''۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے قلم وقرطاس اور طویل وقت کی ضرورت ہے۔

علوم نقلیہ وعقلیہ قدیمہ کے علاوہ حضرت شیخ کو علوم جدیدہ کے ساتھ خاص دلچسپی اور شغف تھا۔ بالخصوص سائنس اور فلسفہ جدیدہ سے گہرا تعلق تھا اور موجودہ سائنسی علوم وایجادات جدیدہ کی روشنی میں اسلام کے حقائق کو منفرد انداز سے سمجھا کرتے تھے۔ حدیث میں ابراد بالظہر کا حکم دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی۔ ''**فان شدۃ الحر من فیح جہنم**'' اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ گرمی تو سورج کا اثر ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرمایا کرتے تھے کہ: جہنم کی مثال پاور ہاؤس کی ہے' شمس کی کا منبع جہنم ہے۔ شمس کے واسطہ سے جہنم کی حرارت کا اثر یہاں پہنچتا ہے۔ جس طرح آتشیں شیشہ سورج سے حرارت اخذ کرکے کپڑے کو جلا دیتا ہے۔ اس تمثیل سے اشکال رفع ہوجاتا ہے۔

فرید وجدی کی دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) سے حضرت شیخ بہت متاثر تھے۔ برزخ میں انسان کے مادی جسد کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے' اگرچہ روح کا مستقر اعلی علیین یا اسفل السافلین ہو۔ اس مسئلہ کو

حضرت شیخ دائرۃ المعارف کے ایک واقعہ سے ذہن نشین فرمایا کرتے تھے کہ: ایک شخص علم التنویم کے ذریعہ وقتی طور پر انسان کی روح کو جسم سے جدا کرسکتا ہے، لیکن اس مفارقت کی صورت میں بھی روح کا رابطہ جسم کے ساتھ برابر قائم رہتا ہے۔ چنانچہ فرید وجدی نے لکھا ہے کہ: ایک عامل نے علم التنویم کے ذریعہ ایک انسان کو لٹا کر اس کی روح کو جدا کیا، جب وقت مقررہ پر وہ روح واپس نہیں آئی تو عامل کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں اس کی موت واقع نہ ہوجائے، چنانچہ فوراً ایک دوسرے شخص پر عمل کرکے اس کی روح سے کہا کہ پہلی روح کو جلد لانے کی کوشش کرو، چند لمحات کے بعد اس نے بتایا کہ وہ پہلی روح واپس آگئی ہے اور اس وقت فلاں گوشہ میں موجود ہے، عامل سوئی ہاتھ میں لے کر اس کی طرف بڑھا اور غصہ کی حالت میں سوئی کو آگے کیا، اس پر روح ثانی نے کہا کہ سوئی اس کی پنڈلی میں پیوست ہوگئی ہے، عامل نے پلٹ کر دیکھا کہ جس شخص کی وہ روح تھی اس کی ٹانگ سے خون نکلنا شروع ہوگیا، جبکہ وہ دوسری جگہ تھا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: جب اس عالم میں روح اور جسد میں مفارقت کے باوجود تعلق قائم رہتا ہے تو برزخ میں بھی اسی طرح تعلق قائم رہے گا تاکہ جسم و روح دونوں کو راحت یا تکلیف محسوس ہو۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر کوئی شیخ یا ادارہ سائنس اور علوم جدیدہ کے ذریعہ دین کے مسائل کو سمجھانے کی سعی کرتا تو جدید طبقہ کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں بڑی مدد ملتی اور خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ برزخ اور حشر ونشر کے مسائل کو ایجاداتِ جدیدہ کی روشنی میں نہایت عمدہ اور مؤثر انداز بیان سے سمجھایا کرتے۔ ایک دفعہ کوئی صاحب جن کو ایجاداتِ جدیدہ اور سائنسی علوم سے خاص دلچسپی تھی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے، موقع کی مناسبت سے شیخ محترم نے جدید انداز سے مہماتِ دین اور شریعت کے حقائق بیان فرمانا شروع کیے، وہ صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ کہنے لگے: حضور والا! اگر اس انداز سے اسلام کے عقائد و نظریات کو یورپ والوں کے سامنے پیش کیا جائے تو اسلام کی بڑی خدمت ہوگی اور بہت جلد یورپین طبقہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرلے گا۔

جب کبھی کوئی جدید کتاب طبع ہوکر آتی تو حضرت شیخ اس کا ضرور مطالعہ فرماتے، تاکہ جدید علم کی روشنی میں مغرب زدہ طبقہ کو اسلام کے حقائق سمجھائے جاسکیں، اسی وجہ سے حضرت شیخ جدید طبقہ میں بھی مقبول تھے۔ پاکستان اور بیرون ملک مختلف یونیورسٹیوں میں حضرت شیخ نے خطاب فرمایا، جس سے سامعین بے حد محظوظ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی طرف سے اصرار ہوا کہ حضرت شیخ ہر اتوار کو جامع مسجد نیوٹاؤن میں اپنے مخصوص انداز سے اسلام کے بنیادی مسائل پر خطاب فرمایا کریں۔ حضرت نے اس درخواست کو قبول

فرما کر ہر اتوار کو مسجد میں بیان شروع فرمادیا۔ جس میں کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تعلق رکھنے والے شریک ہوتے اور حضرت کے بیان سے بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت والا جدید وقدیم طبقہ میں بے حد مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علمی وعملی کمالات کے باوجود حضرت شیخ میں بے حد تواضع وانکساری تھی' اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے اپنے تلامذہ کے ساتھ اس انداز میں پیش آتے کہ دیکھنے والوں کو احساس ہوتا کہ یہ تلامذہ نہیں بلکہ رفقاء ہیں۔ عفوو تسامح اور صبر وتحمل کی صفات میں دوسروں کے لئے نمونہ تھے۔ جلال ایسا کہ آنکھ سے آنکھ ملانا مشکل۔ کما قیل:

یدع الجواب فلا یراجع ہیبة   والسائلون نواکس الا ذقان

اور جمال وجاذبیت ایسی کہ مجلس سے اٹھنا گراں گذرتا' انہی خوبیوں کی وجہ سے عوام وخواص کے قلوب غیر شعوری طور پر ان کی طرف مائل ہوتے۔ چند دن گذرے ہیں کہ مسٹر جسٹس افضل چیمہ صدر اسلامی نظریاتی کونسل حضرت شیخ کی تعزیت کے سلسلہ میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن میں تشریف لائے' انہوں نے تقریر میں بتایا کہ: میں مولانا بنوری کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ ان کے وسیع اخلاق سے بے حد متاثر ہوا' اس پر چیمہ صاحب نے سنایا کہ کونسل کا اجلاس جب اسلام آباد میں منعقد ہوا تو ایک دن حضرت مولانا بنوری میرے کمرے میں داخل ہوئے اور دروازے پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ: بیٹھنے سے قبل دو باتیں کہنا چاہتا ہوں:

۱۔ کراچی جب آپ تشریف لائے تھے تو آخری مرتبہ دعوت کے بعد آپ سے ملاقات نہ کرسکا' اس کی معذرت چاہتا ہوں۔

۲۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے مدرسہ میں آپ کو لے جاؤں گا۔ علالت کی وجہ سے آپ کو مدرسہ دکھا نہ سکا، اس کی معذرت چاہتا ہوں۔

سبحان اللہ! کیا تواضع اور کیسے اخلاق عالیہ کا مظہر تھے' جود وکرم اور مروت میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

راقم الحروف نے ایک دفعہ درخواست کی کہ حضرت والا رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر ہماری مسجد میں کچھ بیان فرمائیں' بلا تکلف درخواست قبول فرمائی' حسبِ وعدہ تشریف لاکر نہایت مؤثر وعظ فرمایا۔ واپسی کے لئے بندہ گاڑی کی تلاش میں مسجد سے باہر نکلا۔ ادھر سے حضرت شیخ پیدل روانہ ہوکر نیوٹاؤن پہنچ گئے۔ بندہ کو اس پر بے حد ندامت وشرمندگی ہوئی' معذرت کے لئے حاضر ہوا تو خندہ پیشانی سے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ پیدل آنے سے زیادہ ثواب ملے گا۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم

حضرت شیخ حق گوئی کی وجہ سے بھی مقبولِ خلائق تھے۔ حق بات کہنے میں اس قدر بے باک اور جری تھے کہ اس دور میں اس کی نظیر کم ملے گی۔ صحابہ کرام کی صفت لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کا صحیح عکس تھے۔ جب کبھی خلاف حق کوئی بات سنتے یا پڑھتے تو اس وقت فاروقی واشدھم فی امر اللہ عمر کا مکمل نمونہ ہوتے۔ ملوک وامراء اور عمائدین سلطنت کے سامنے حق بات کہنے سے کبھی تامل نہیں فرمایا۔ جب شاہ فیصل مرحوم تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے، اس سال حضرت شیخ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ منیٰ میں شاہ فیصل مرحوم سے ملاقات ہوئی، مصافحہ کے بعد ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ: ان ایام مقدسہ میں جب کہ حجاج کرام مناسک حج ادا کررہے ہیں، اس طرف سے غنا کی آواز آرہی ہے، اس کو بند کرادیجئے۔ اس پر ملک فیصل مرحوم نے برجستہ جواب دیا کہ انشاء اللہ پھر نہیں ہوگا۔ الحمدللہ! اسی وقت غنا بند کرادیا گیا۔

ایک دفعہ ایوب خان کے دورِ اقتدار میں علماء کو ڈپٹی کمشنر نے دعوت دی، حضرت شیخ بنوری بھی تشریف لے گئے۔ ڈپٹی کمشنر نے علماء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: آپ حضرات حکومت سے تعاون کریں اور منبر پر بیٹھ کر حکومت پر تنقید کرنے سے گریز کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ بنوری کھڑے ہوگئے اور ڈی سی کو مخاطب بناکر فرمایا کہ: آپ جس کرسی پر متمکن ہیں، اگر آپ ایوب خان کے خلاف کوئی بات کہیں تو کیا آپ اس کرسی پر برقرار رہیں گے۔ ڈی سی نے کہا: نہیں۔ فرمایا کہ: اللہ نے جس منصب پر ہمیں فائز فرمایا ہے، اگر اس منصب کی ذمہ داری ہم پوری نہیں کریں گے تو ہم بھی اس منصب پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اللہ ورسول نے ہمیں منبر پر بٹھا کر کچھ فرائض ہم پر عائد کئے ہیں، ان فرائض کو ادا نہ کرنے کی صورت میں ہم بھی اس کرسی دین سے محروم ہوجائیں گے۔ حضرت شیخ کی زندگی کے بے شمار واقعات شاہد ہیں کہ کسی موقع پر مصالح کی آڑ میں حق گوئی سے تسامح نہیں فرمایا۔ ہر باطل کے مقابلہ میں سیف بے نیام تھے۔

ایوب خان کے دورِ حکومت میں محکمہ اوقاف کو حکم دیا گیا کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن پر فوراً قبضہ کرلیا جائے۔ چنانچہ محکمہ اوقاف کی طرف سے قبضہ کرنے کی تیاری مکمل کرلی گئی، اسی حکم کی تعمیل کے سلسلہ میں چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف مدرسہ میں آیا، جب حضرت شیخ کو اطلاع ہوئی تو دفتر میں تشریف لائے، ملاقات کے بعد چیف ایڈمنسٹریٹر کو کتب خانہ دکھایا، تفصیلی معائنہ کرانے کے بعد فرمایا: یہ بتائیے کہ کوئی شخص بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ مختلف جگہوں سے ایک ایک پودا لاکر شاندار باغ لگائے، جب باغ مثمر اور بارآور ہونے لگے تو ایک ظالم آکر تمام باغ کو ویران کردے تو کیا مالک باغ کو تکلیف نہیں ہوگی؟ فرمایا: یہ علمی چمن ہے، اس میں اس وقت جتنی قیمتی اور نادر کتب موجود ہیں، کس کو معلوم ہے کہ کس محنت اور عرق ریزی سے اس کو جمع کیا، بلادِ عرب کے گوشہ

گوشہ سے علمی جواہرات لاکر اس کتب خانہ میں رکھ دیئے‘ اب اس حدیقۃ العلم کو اگر کوئی ظالم ویران کرنا چاہے تو بتایئے! مجھے کتنی اذیت پہنچے گی۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے جلالی شان سے اس کے گریبان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ: قیامت کے روز تمہارا گریبان پکڑ کر احکم الحاکمین کے دربار مین استغاثہ پیش کروں گا کہ اس نے علمی چمن کو ویران کیا تھا۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس گفتگو سے چیف اس قدر متاثر ہوا کہ کہنے لگا۔ مولانا آپ مطمئن رہیں۔ انشاء اللہ چمن یونہی رہے گا۔ چنانچہ واپس جاکر چیف نے حکومت کو رپورٹ پیش کی کہ میں نے مدرسہ کا معائنہ کیا۔ ایسے مدرسہ پر حکومت کا قبضہ کرنا حکومت کے لئے بدنامی کا باعث ہوگا‘ چند دنوں کے بعد حکومت کی طرف سے اطلاع آئی کہ ہم نے حکم واپس لے لیا:

''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی''

شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ میں وسعت معلومات کے ساتھ بہت زیادہ وسعت قلبی تھی۔ سرتاپا علم اور علمی نکات کے بے حد قدردان تھے۔ اس تبحر علمی کے باوجود مزاج میں تواضع اور سادگی کا پہلو نمایاں طور پر موجود تھا اور ماانا من المتکلفین کا عملی نمونہ تھے‘ اکابر کے ساتھ محبت وعقیدت اور اصاغر پر شفقت کی وجہ سے عوام و خواص کی نگاہ میں مقبول ومحبوب تھے۔

عام طور پر بڑے حضرات سے ملاقات کرنے میں کافی موانع اور رکاوٹیں ہوتی ہیں‘ بجز اوقات مقررہ ان تک رسائی مشکل ہوتی ہے‘ لیکن حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ باوجود عوارض اور عدیم الفرصت کے اگر کوئی ملاقات کے لئے درِ دولت پر حاضر ہوتا تو ملاقات سے انکار نہ فرماتے۔

حضرت شیخ پر دردِ دل کا شدید حملہ ہوا‘ ڈاکٹروں نے ملاقات اور گفتگو پر پابندی عائد کردی‘ حضرت کی عیادت وزیارت کے لئے خدام حاضر ہوئے‘ اس تکلیف کے باوجود اٹھ کر بیٹھ گئے‘ ہم لوگ چند منٹ کے بعد جانے لگے تو حضرت نے روک لیا۔ فرمایا: اگرچہ ڈاکٹروں نے پابندی لگا رکھی ہے، لیکن مجھے اس سے سکون ملتا ہے۔

انہی کمالات اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر دلعزیز تھے‘ حضرت کی مجلس ایسی باغ و بہار اور روح پرور ہوتی کہ مجلس چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاں حسن و جمال اور ظاہری وجاہت عطا فرمائی تھی‘ اس کے ساتھ معنوی کمالات اور خوبیوں کا بیش بہا خزینہ ان میں ودیعت فرمایا تھا۔ ان کے ہر کمال میں ایسی جاذبیت اور اتنی وسعت تھی کہ ان کے بیان میں حلاوت اور ان کے سننے میں قلب و روح کے لئے سامان تسکین۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ہو المسک ما کررتہ یتضوع

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی ہر دلعزیزی اور ہر طبقہ میں مقبولیت اور محبوبیت اور حقیقت تعلق مع اللہ کا ثمرہ ہے۔ متاعِ دنیا سے بے تعلقی اور نعیم آخرت کا شوق اور دنیا فانی سے بے زاری اور آخرت کے سامان کی تیاری حضرت کا خصوصی وصف تھا۔ من کان للّٰہ کان اللّٰہ له کا عملی نمونہ تھے۔ تعلق مع اللہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا قلب غنی عطا فرمایا تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے ''لیس احد اغنی منی''۔

بقول شیخ سعدی شیرازی ''تونگری بدل است نہ بمال'' ہر طبقہ میں حضرت والا کی مقبولیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں ہر جماعت نے ان کو اپنا قائد تسلیم کر کے ان کی بے مثال قیادت میں ایسی تحریک چلائی کہ بھٹو جیسے جابر وظالم کے ایوان کو ہلا دیا۔ آخر کار حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی روز وشب مساعی جمیلہ اور عوام وخواص کے بھرپور تعاون سے تحریک کامیاب ہوئی۔ اتنا عظیم کارنامہ جس مخلص قائد کی بے لوث قیادت میں انجام پذیر ہوا، انہوں نے کبھی اس کو اپنی ذاتی وجاہت وشہرت کا ذریعہ نہ بنایا' ورنہ ایسے موقع پر اچھے اچھے باعزیمت لوگوں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں۔ ذلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء۔ حضرت شیخ ایسے وقت دنیا سے رخصت ہوئے جب کہ ہر شخص ان کے علم واخلاص اور ان کی دینی بصیرت اور مخلصانہ قیادت کا محتاج تھا۔ تابعی جلیل سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو جب حجاج بن یوسف ثقفی نے شہید کیا تو اس زمانہ کے ایک شیخ نے کہا:

لقد مات سعید بن جبیر وماعلیٰ ظهر الارض احد الا هو محتاج الیٰ علمه

آج حضرت شیخ کی غیر متوقع رخصت سے بے ساختہ یہی جملہ زبان پر آرہا ہے' لیکن مقدرات ازلیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا، ان کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیع نصیب فرما کر ان کو ابدی سکون عطا فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں مقبول باد۔

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی
ومثواک فی قلبی فاین تغیب